ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

فکرِ اقبال کے چند منفرد شاعرانہ پہلو: تحقیقی مطالعہ

SOME UNIQUE POETIC ASPECTS OF IQBAL'S THOUGHT: A RESEARCH STUDY

ڈاکٹر محمد عامر اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیال کوٹ، پاکستان

عبیدہ تسنیم

سینیئر سبجیکٹ سپیشلسٹ، گورنمنٹ گرلز ہائر سیکنڈری سکول، باغ، تحصیل و ضلع جھنگ، پاکستان

ABSTRACT

Iqbal's thought is adorned with the artistic qualities of Urdu language and literature.The collectiveness of imagery in Iqbal's thought is unique.Iqbal has determined the mark of the destination through imagery.Iqbal gained access to the greatness of art and used the terms of imagery in a very artistic way. Iqbal made Shaheen the best practical figure. Thus the influence of Kalam-i-Iqbal was created.Iqbal's word is full of figures.It also shows many styles of words and techniques.Iqbal dissolved the heavy and precise words of the dictionary into the beauty of poetry.There is a flood of words and meanings in Kalam-i-Iqbal.Iqbal used poetry as a means of conveying the message with his artistic qualities, he used words and meanings in a purposeful way. Iqbal also faced criticism but no one could be unaware of Iqbal's thought. Everyone took advantage of it and the leadership got guidance.By reading this article, one can get a glimpse of Iqbal's poetic greatness and artistic qualities.In this way, the scope of research and criticism will be widened and new sources will grow in Iqbal Studies.

KEYWORDS:Thoughts of Iqbal, Imagery, Figure Carving, Words and Techniques, Nationalism, Patriotism

کلیدی الفاظ: فکرِ اقبال، امیجری، پیکر تراشی، الفاظ و تراکیب، قومیت، وطنیت

تلخیص: فکرِ اقبال اردو زبان و ادب کی فنی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ اس میں امیجری کی اجتماعیت انفرادیت کی حامل ہے۔ اقبال نے امیجری کے ذریعے منزل اور نشانِ منزل کا تعین کیا ہے۔ آپ کی شاعری میں پیکر تراشی کی تصویریں رقصاں دکھائی دیتی ہیں۔ آپ نے فن کی عظمتوں تک رسائی حاصل کی اور پیکر تراشی کی اصطلاحات کو کمال فنی انداز سے استعمال کیا۔ آپ نے شاہین کو بہترین عملی پیکر بنا دیا۔ اس طرح کلامِ اقبال میں اثر آفرینی پیدا ہوئی۔ کلامِ اقبال پیکروں سے بھرا پڑا ہے۔ اس میں الفاظ و تراکیب کے بھی کئی انداز دکھائی دیتے ہیں۔ اقبال نے لغت کے ثقیل اور دقیق الفاظ اشعار کی خوبصورتی میں تحلیل کیے۔ کلامِ اقبال میں الفاظ و معانی کا سیلاب رواں ہے۔ اقبال نے شاعری کو پیغام کا وسیلہ بنایا اور فنی خوبیوں سے الفاظ و معانی کو بامقصد ڈھب پر گامزن کیا۔ اقبال کو تنقید کا سامنا بھی رہا مگر فکرِ اقبال کی رعنائی سے کوئی غافل نہ رہ سکا۔ سب نے اس سے استفادہ کیا اور قیادت

کے لیے رہنمائی حاصل کی۔ اس مضمون کے مطالعہ سے اقبال کی شاعرانہ عظمت اور فنی خوبیوں پر نگاہ ڈالی جا سکتی ہے۔ اس طرح تحقیق اور تنقید کا دامن کشادہ ہو گا اور اقبالیات میں نئے مآخذ پروان چڑھیں گے۔

فکرِ اقبال اپنے موضوعات کی بدولت بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ اقبال نے استفہامیہ انداز سے عوام میں بلند رتبہ حاصل کیا۔ سب کی تحسین کرتے ہوئے ان کا سید، مرزا اور افغان کہہ کر پکارنا اور ساتھ ہی استفہامی لہجہ اختیار کرتے ہوئے پوچھ بھی لیا کہ کیا مسلمان بھی ہو؟ اقبال کو حکیم الامت کے لقب سے نوازا گیا مگر فکرِ میں بات امت سے بڑھ کر قوموں کی رمز شناسی تک پہنچ گئی۔ اس طرح اقبال حکیم الامم کے رتبے سے بھی مالا مال نظر آتے ہیں۔ روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب میں ہے اور اقبال نے قوموں کے لیے علاج بتا کر بیداری اور جہدِ مسلسل کی روح پھونک دی۔ اقوامِ جہاں میں مقام اور مرتبہ حاصل کرنے کے لیے فکرِ اقبال سے استفادہ اور اس کی پیروی بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ راتوں کو چلنے والے جب تھک کر رہ جائیں تو ان کی امید بھی اقبال کا ٹوٹا ہوا دیا ہے۔ اگر راہنمائی درکار ہے تو کلامِ اقبال سے معاونت حاصل کرنی چاہیے۔ اس طرح بصیرت و

آ گہی سے قلوب اور اذہان منور ہوں گے۔ فہم وادراک کی رعنائی سے خامشی میں اٹھنے والے نالے تاروں کے قافلوں تک جا پہنچیں گے۔ جب شبنم پھولوں کو وضو کرانے آئے گی تو رونا ہی وضو بن جائے گا اور نالہ ہی دعا بن جائے گا۔ کلامِ اقبال کا یہ تفکر فنی خوبیوں پر نگاہ ڈالنے سے ہی نصیب ہوتا ہے۔ اقبال نے امیجری، پیکر تراشی اور الفاظ و معانی کے خوبصورت استعمال سے اپنی شاعری کو دل آویز کیا ہے۔ ان موضوعات پر انفرادی طور پر نگاہ ڈالتے ہیں۔

امیجری:

عصر حاضر میں 'امیجری" کو خاص اہمیت حاصل ہوئی ہے۔ یہ تنقید کا انفرادی انداز ہے۔ روایت تو یہ ہے کہ یہ طریقہ کار مغرب میں رائج تھا مگر ایسا نہیں ہے۔ ہمارے لیے نہ تو یہ نووارد ہے اور نہ ہی عجیب و غریب ہاں یہ ضرور ہے کہ ہمارے شعر و ادب میں یہ انداز پہلے رائج نہیں تھا اور نہ ہی اس انداز سے کسی شعر کا تنقیدی یا تحقیقی مطالعہ کیا جاتا تھا۔ اگر ہم امیجری کے ذریعے کسی شعر یا شاعر کے فکر و فن کا مطالعہ کریں تو دونوں کے فنی محاسن کا تجزیہ بھی آسان ہو جاتا ہے اور دونوں کی اہمیت و افادیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ گویا امیجری شعر اور شاعر کے فکری و فنی مطالعہ کا آسان ذریعہ ہے۔

شاعر اپنے کلام کو عمدہ بنانے کے لیے مختلف محاسن استعمال کرتے ہیں تا کہ ان کی شاعری دلکش رنگ اختیار کر سکے۔ شاعر کا کلام جتنا دلکش اور بامقصد ہو گا اسے اتنا ہی عظیم شاعر تسلیم کیا جائے گا کیونکہ کلام میں دلکشی اور بامقصد ہو گا اسے اتنا ہی عظیم شاعر تسلیم کیا جائے گا کیونکہ کلام میں دلکشی اور مقصدیت پیدا کرنا کسی عام شاعر کے بس کی بات نہیں۔ شاعر یا ادیب کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی آواز بھی اس کی آواز کے ساتھ مل جائے۔ شاعر اپنے کلام سے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی کہی ہوئی بات درست ہے۔ اور اس کام کے لیے اسے اپنے کلام میں اثر پیدا کرنا پڑتا ہے۔ اس کام کے لیے شاعر بہتر سے بہتر طریقہ کار اختیار کرتا ہے۔ اثر آفرینی کے بہت سے طریقے ہیں۔ یہ تو سب سے اہم ہے کہ جو بھی بات کہے وہ دل سے نکلے مگر کبھی اثر آفرینی کے لیے الفاظ و تراکیب کام دکھاتے ہیں تو کبھی تشبیہ اور استعارے۔ اس طرح اور بھی کئی فنی محاسن ہیں مگر دلکشی کے زیورات میں "امیجری" بھی ایک زیور ہے۔ "امیجری" کا کام بھی کچھ اور نہیں ہے بلکہ پڑھنے والے کے دل میں اثر پیدا کرنا ہے۔ اس لیے علم بیان کے جتنے بھی ذرائع ہیں ان میں تشبیہ اور استعارہ وغیرہ کے ساتھ امیجری کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے۔

اقبال کی شاعری میں قوم، ملک اور انسانوں کا ذکر ہے۔ جہاں اقبال نے ملت اور اہل وطن جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں وہاں امیجری کی اجتماعیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ قوم، ملت اور اہل وطن وغیرہ ایک جماعت ہیں۔ اس اجتماع کو واحد تسلیم کر لیا جائے تو فرد واحد نہیں بلکہ جماعت کی خصوصیات شامل ہو جائیں گی۔ اقبال کے یہاں اس کا ایک رنگ اور بنتا ہے جس میں ان کا مخاطب تو واحد متکلم، حاضر، یا غائب ہی رہا ہے لیکن اس مخاطب سے مراد مکمل قوم ہے یا پھر دوسرے الفاظ میں خطاب تو اقبال نے قوم ہی سے کیا ہے مگر جب وہ کلمات خطابت استعمال کرتے ہیں تو وہ جمع کے لیے بلکہ صیغہ واحد کے لیے ہیں۔ ایسی مثال کے لیے ضمیر "تو" کو دیکھا جا سکتا ہے۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات　　　　تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن (۱)

اس ضمیر "تو" کے استعمال سے کلام اقبال میں دلکشی پیدا ہو گئی ہے۔ مزید مثالیں دیکھتے ہیں۔ اقبال ملت کے لیے پریشان رہتے تھے۔ معتبر اور مستند اقبال شناس کہتے ہیں۔

> "اقبال کو اپنی قوم کی عاقبت سنوارنے کی بڑی فکر دامن گیر ہے اور جب کبھی اقبال ان کے ادراک پر نظر ڈالتے ہیں تو اقبال میں مایوسی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ مایوسی کا یہ احساس ان نظموں کے دبیز پردوں پر بھی جھلکتا ہے۔ کہیں کہیں تو اقبال پر رونے اور رلا دینے والی کیفیت طاری ہو جاتی ہے " (۲)

اس کے لیے پروفیسر عبد الحق نے نظم" فریاد امت" کے ایک شعر کا حوالہ بھی دیا ہے۔

کیا کہوں امت مرحوم کی حالت کیا ہے　　　　جس سے برباد ہوئے ہم وہ مصیبت کیا ہے (۳)

ملت کے امیج سے اور شعر کے بیان سے جو کیفیت طاری ہوئی ہے وہ شاعر کا عمدہ نمونہ ہے۔ اقبال کی نظم "شاعر" جو "بانگ درا" کے حصہ اول میں موجود ہے۔ اس کا ایک شعر ہے۔

قوم گویا جسم ہے، افراد ہیں اعضائے قوم　　　　منزل صنعت کے رہ پیما ہیں دست و پائے قوم (۴)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

شعر کے حوالہ سے پروفیسر عبدالحق نے جو کچھ لکھا ہے اس سے شعر کی رعنائی اور دلکشی کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ اقبال کے تمثیلی نقطہ نظر اور معاشرہ انسانی کی خوبصورت عکاسی کرتے ہوئے پروفیسر عبدالحق لکھتے ہیں:

"اس تمثیل سے اقبال کا نقطہ نظر واضح ہے۔ وہ معاشرۂ انسانی کو ایک جسم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس جسم کے لیے ہر عضو جسم کا جان دار و فعال ہونا ضروری ہے۔ ایک بھی عضو کی عدم موجودگی میں جسم قائم نہیں رہ سکتا۔ اعضا کے ساتھ ساتھ جسم کا ارتقا ممکن ہے۔ سوسائٹی کا اگر ایک فرد بھی مبتلائے درد ہو تو جسم کی طرح پورے معاشرے کو اس درد کا احساس یکساں طور پر ہونا چاہیے۔ گویا اک دوسرے کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں۔ اپنے وجود و بقا اور فلاح کے لیے ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ اقبال کا یہ تصور ان کے تصور بے خودی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ مستقبل کے لیے راہیں ہموار کرتا ہے منزل اور نشان منزل کے تعین کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے" (۵)

اقبال نے اپنے شعر کو "قوم"۔ "جسم" اور "اعضائے قوم" جیسے الفاظ استعمال کر کے دلنشیں بنالیا۔ دلکشی کے ساتھ ساتھ اس میں اثر آفرینی بھی موجود ہے۔ اس طرح اقبال اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے ہیں۔

جو کچھ شاعر کہنا چاہتا ہے اگر سننے یا پڑھنے والا یہ بات سمجھ جائے اور فوری طور پر متاثر بھی ہو جائے تو یہی شاعر کا مقصد ہوا کرتا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل دراصل "امیجری" کی افادیت کی بڑی دلیل ہے۔ اقبال کی پوری شاعری مثالی ہے اس باکمال شاعری کو "امیجری" کی عمدہ ترین شاعری قرار دیا جاسکتا ہے۔

پیکر تراشی:

اسے امیجری یا صورت گری بھی کہا جاتا ہے۔ شاعر اپنے قلم سے اور اپنے الفاظ سے اپنے مقصد کو دلکش انداز میں بیان کرتا ہے ۔ امیجری کے اس پہلو کو آگے بڑھاتے ہوئے "پیکر تراشی" کے تحت اس کی تفصیل بیان کی جاسکتی ہے۔ پیکر تراشی کو صورت گری یا امیجری بھی کہا جاتا ہے۔

قابل تحسین ہیں ڈاکٹر توقیر احمد خاں صاحب کہ جنھوں نے "امیجری" کا عنوان تحقیق کے لیے منتخب کیا۔ پروفیسر توقیر احمد خاں نے پہلے پروفیسر عبدالحق کی نگرانی میں ایم فل اور پھر پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ مکمل کیا۔ ڈاکٹر توقیر احمد خاں کا ایم فل کے مقالے کا عنوان "بال جبریل کی امیجری" تھا۔ دونوں مقالے اب کتابی شکل میں دستیاب ہیں جس سے امیجری کے موضوع کو وسعت میسر آئی۔ اپنی تصنیف" اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی" کے حرف آغاز میں ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے پروفیسر عبدالحق کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کیا ہے:

"یہ مقالہ فکر اقبال کے شناور، معروف محقق اور نقاد استاذی ڈاکٹر عبدالحق کی نگرانی میں پایہ تکمیل کو پہنچا جن کی مشفق رہنمائی اور اخلاق کریمانہ کے بغیر اس امر کی تکمیل آسان نہ تھی" (۶)

ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے پیکر تراشی پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ پروفیسر عبدالحق نے اقبال کی شاعری کے دلکش پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے ان میں پیکر تراشی کی رقصاں تصویروں کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں:

"اقبال کی نظموں میں پیکر تراشی کی رقصاں، متحرک اور منہ بولتی تصویریں ان تخلیقات کی صناعی میں اضافہ کرتی ہیں" (۷)

اقبال کے یہاں تشبیہ اور استعاروں کے علاوہ پیکر تراشی کے بھی بہت سے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ انمول نمونے اقبال کے فن کو جاوداں بنا دیتے ہیں۔ پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں:

"اقبال نے فن کی عظمتوں تک رسائی حاصل کی ہے۔ کئی نظموں میں خیالی یا غیر مرئی دلکش پیکروں کو بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے جو ظاہری، زندہ اور متشکل و متحرک شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ پیکر تراشی کے یہ انمول نمونے ہیں جو فن کو جاوداں بناتے ہیں" (۸)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

اقبال کی شاعری روشن اور چراغاں در و دیوار کا آئینہ خانہ ہے۔ اس گھر میں جو تصاویر سجائی گئی ہیں وہ بے مثال ہیں اور ان کا شمار بھی مشکل ہے۔ یہ ہر طرح کے پیکر ہیں اور اقبال نے انہیں کمال فنی انداز سے استعمال کیا ہے۔ پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں :

> "اقبال نے پیکر تراشی کی تقریباً ہر تمثال کو نطق و گویائی بخشی ہے۔ حیرت کی بات ہے الفاظ پیکر کی صورت میں ڈھل گئے ہیں مثال کے لیے خودی کے کتنے پیکر ہیں۔ اندازہ لگانا یا شمار کرنا مشکل ہے۔ یہ بظاہر ایک لفظ ہے۔ معنی بھی محدود ہیں۔ انا، وجود، احساس عظمت، لیکن اس کی شبیہہ سازی میں بہت سی صورتوں کو بروئے کار لایا گیا ہے" (۹)

اس کے بعد پروفیسر عبدالحق نے نظم "ساقی نامہ" اور دیگر نظموں سے "خودی" کے حوالہ سے اشعار پیش کیے ہیں۔ ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے اپنی تصنیف" اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی" میں بہت سے پیکروں کا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے۔ ان میں ایک پیکر "شاہین" بھی ہے۔ اس پیکر کے حوالہ سے آپ کہتے ہیں :

> "اقبال نے شاہین کے مرئی پیکر کی تشکیل سے ان باطنی صفات کا اظہار کر دیا ہے جس کا عملی نمونہ وہ انسان کامل میں دیکھنا چاہتے تھے۔ فقر کی یہ علامات اور خوبیاں شامل ہو جانے سے شاہین ایک بہترین علامتی پیکر بن گیا ہے جو علاقی اعتبار سے ایک مکمل اور مضبوط علامت کی شکل اختیار کر گیا ہے " (۱۰)

پروفیسر عبدالحق اس بات کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں :

> "پرندوں میں اس انسان کامل کی جھلک یا شبیہ شاہین سے بہت حد تک مشابہت رکھتی ہے " (۱۱)

پروفیسر عبدالحق نے اپنے مضمون "اقبال کا جہان شاہین" میں شاہین کی جتنی خوبیوں کا ذکر کیا ہے ڈاکٹر توقیر احمد خاں کی تصنیف میں پیکر تراشی کی تفصیل کے ساتھ دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس کا ایک مثالی نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر توقیر احمد خاں کے یہ قول :

> "اقبال کی شاعری میں نہ صرف عشق، خودی، شاہین اور مومن جیسے کلیدی پیکر وضع کیے ہیں بلکہ ان پیکروں کے گرد بھی متعدد ذیلی پیکروں کا ہالہ پیدا کیا ہے اور یہ تمام پیکر ایک دوسرے سے مل کر پھر ایک کارگر خوشنما گلدستہ تیار کر دیتے ہیں جس سے اقبال کی شاعری کو دلآویزی، ندرت، اعجاز و ایجاز، اثر اور سحر آفرینی کی شان نیز شعری حسن اور فکری ترفع حاصل ہوا ہے "
> (۱۲)

ہر شاعر اپنے فن کے استعمال سے اپنے کلام کو دلنشیں بناتا ہے اور اس میں اثر آفرینی پیدا کرتا ہے۔ اس کے لیے شاعر کو اجازت ہے کہ وہ تشبیہ، استعارہ، علامت یا صنائع بدائع کا استعمال اس انداز سے کرے کہ اس کی آواز میں دوسروں کی آواز بھی شامل ہو جائے۔ کلام میں ترنم اور موسیقیت کا انداز بھی ہو اور پیغام بھی۔ فن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے اور پیغام بھی۔ پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں :

> " دنیائے ادب کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ فن کار کی کچھ اپنی پسندیدہ علامتیں، استعارے اور تشبیہیں ہوتی ہیں۔ جن سے وہ مقاصد آفرینی کا کام لیتا ہے۔ اقبال کے شعر و ادب میں بھی ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ شہباز و شاہین، لالہ صحرائی، چاند اور ستارے وغیرہ ایک طرف شاعرانہ علامتوں کے طور پر استعمال کیے گئے ہیں دوسری طرف فکر و نظر کے لیے بھی انہیں بروئے کار لایا گیا ہے۔ اقبال کے نزدیک ان میں بڑی دلکشی ہے" (۱۳)

اس طرح اقبال نے اپنی شاعری کو دلکش بنایا اور ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے اقبال کی شاعری سے پیکر تراشی کا نکتہ تراش کر اقبالیات کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ یہ اصطلاح عربی اور انگریزی میں تو رائج تھی مگر اردو ادب کے لیے نئی تھی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

اقبال کا پورا کلام پیکروں سے بھرا پڑا ہے۔ اس میں صرف مرئی اور غیر مرئی کی حدود قائم نہیں کی جا سکتیں۔ دنیا کے تمام شعبوں سے ماخوذ پیکر یہاں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ خارجی اور داخلی دنیا کے بھی بہت سے شعبوں سے ماخوذ پیکر اقبال کے یہاں پائے جاتے ہیں۔ دنیا کے تمام تہذیبی ذخیروں، تاریخی، اساطیری حقائق، کائنات فطرت، حیوانات، عسکری نظام، فنون لطیفہ، معاشرت، عبارت اور مختلف شعبہ ہائے حیات سے ماخوذ پیکر اقبال کے کلام کی زینت بنتے نظر آتے ہیں۔ یہ کلام اقبال کی دلکشی ہے کہ پڑھنے والے کو فوراً متاثر کیا۔ کلام اقبال پیکر تراشی میں بھی اپنی مثال آپ ہے۔

الفاظ و تراکیب:

الفاظ کا استعمال اور ان کی مطابقت شاعری میں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ شاعر اپنی فکر کو الفاظ کا آہنگ عطا کرتا ہے۔ یہ الفاظ ہی ہیں جو قاری کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوتے ہیں اور شاعر کے کلام کا رتبہ بلند درجے تک پہنچا دیتے ہیں وہ الفاظ جو بے اختیار شاعر کے ذہن میں آتے ہیں ان تک پہنچنے کے لیے شاعر کئی مرحلوں سے گزر چکا ہوتا ہے۔ بہت دیر کی علمی و ادبی مشقت اور گہرے مطالعے کے بعد وہ اس مقام تک پہنچتا ہے کہ الفاظ کا ذخیرہ اس کے ذہن میں محفوظ ہو سکے۔ اس طرح بہت سے الفاظ مخصوص ہو گئے اور ان کی ترتیب بھی پہلے سے طے ہو گئی مگر شعرا نے ایک مضمون کو سو رنگ سے باندھ کر اس دلیل کو باطل کر دیا۔ کلام اقبال اس بات کا شاہد ہے کہ اقبال نے ایک بات کو کئی انداز سے ادا کیا ہے اور ہر بار اپنی بات کو پہلے سے زیادہ دلنشیں اور پر اثر بنا کر پیش کیا ہے۔ تحقیق کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ:

> "کمال ہے کہ لغت کے ثقیل اور دقیق الفاظ کو اشعار کی خوبصورتی میں تحلیل کیا۔ چونکہ ان کے افکار میں خلوص کی گرمی اور پیغام میں تپش تھی۔ اس لیے یہ اجنبی الفاظ بھی فلسفہ کے ساتھ شیر و شکر ہو گئے۔ کلام میں سیکڑوں الفاظ ہیں، جن کے مروجہ معانی میں بھی فرق آیا۔ الفاظ و معانی کی وسعتوں سے گراں بار ہوئے۔ خودی، بے خودی، حسن و عشق، ہجر و وصال، جنون و جذب، قیصر و قلندر، ایمان و یقین وغیرہ کے محدود معنی کلام اقبال میں نہیں رہے جو لغت میں محفوظ ہیں۔ لفظوں کے تنگ لباس کے ساتھ معنی کے محدود مفاہیم میں اقبال نے انقلاب برپا کیا" (۱۴)

اس لیے معانی کی وسعتوں کے بیان کے لیے الفاظ ناکافی ہوتے ہیں۔ اقبال نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں ان میں اپنے خیالات سمو دیے ہیں۔ لفظ میں معنی کے ارتباط کو اقبال نے جان و تن کے باہمی اختلاط سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس کے لیے بہت گہرا مطالعہ اور تفکر درکار ہے اور غزل میں یہ صورت بہت ہی دشوار ہوتی ہے۔ کلام اقبال میں بہت سی غزلیات ایسی بھی دیکھی جا سکتی ہیں جو آسان الفاظ کے استعمال سے ہی اپنے اندر آہنگ، دلکشی اور موسیقیت کا رنگ لیے ہوئے ہیں۔ ان میں عربی یا فارسی تراکیب کا استعمال نہیں مگر اقبال نے سادہ الفاظ میں اپنے فلسفہ و فن کو قاری کے ذہن میں اتار دیا ہے۔

؎ اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی — تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن (۱۵)

کلام اقبال میں جہاں بھی نظر پڑتی ہے حرف و صوت کے نغمہ و آہنگ کا سیل رواں ہے جو امڈتا ہی نظر آتا ہے اور اپنی دلکشی سے قلب و نظر کو خیرہ کرتا چلا جاتا ہے۔ سیکڑوں الفاظ و تراکیب ایسے ہیں جنہیں اقبال نے بہت خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ اقبال نے ان کی اجنبیت ختم کی۔ جو الفاظ عام استعمال میں تھے ان میں نئے معنی پیوست کیے جو آسان کام نہ تھا۔ لفظوں کی تکرار عام طور پر اچھا تاثر پیدا نہیں کرتی مگر اقبال نے جہاں تکرار لفظی سے کام لیا ہے وہاں بھی ایک حسن پیدا کر دیا ہے اور اس تکرار میں بھی فکر و فلسفہ کا عنصر غالب ہے۔

؎ سلسلۂ روز و شب، نقش گرِ حادثات — سلسلۂ روز و شب، اصل حیات و ممات (۱۶)

اقبال کو الفاظ پر مکمل قدرت حاصل تھی۔ وہ نامانوس اور کم سے کم مستعمل الفاظ بلکہ اجنبی الفاظ کو تراش کر خوبصورتی سے استعمال کرتے تھے۔ بہت سے الفاظ جو لغت میں پائے جاتے تھے اقبال نے انہیں شعر کے قالب میں ڈھالا۔ کلام اقبال میں عربی الفاظ ہوں یا فارسی، یہ الفاظ دلکش فضا پیدا کرتے ہیں۔

؎ گرد سے پاک ہے ہوا، برگ نخیل دھل گئے — ریگ نواح کاظمہ نرم ہے مثل پرنیاں (۱۷)

اقبال نے شاعری کو پیغام کا وسیلہ بنایا اور اس پیغام میں فکر کا عنصر غالب ہے۔ اقبال نے فکر اور فلسفہ کو شعر کی زبان دی اور شاعری کا مزاج بدل دیا۔ اس طرح اہل زبان نے بھی کچھ مداخلت کی مگر اقبال اپنے مقصد سے دور نہ ہوئے اور تنقید کو بھی برداشت کرتے گئے۔ پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

"اقبال کی شعریات میں فکر کو سربلندی حاصل ہے اور زبان عجز سے دوچار ہے۔ اقبال کو مجبوراً پرانی اصطلاحوں کا سہارا لینا پڑا۔ پرانے متداول الفاظ وعلائم کو جدید معنی سے ہم آہنگ کرنا پڑا۔ الفاظ ومعانی کے باہمی ارتباط کو زیادہ مضبوط اور موثر بنایا گیا۔ نئی شعریات کے اس عمل میں اقبال کو ذہنی کشاکشوں سے بھی گزرنا پڑا۔ شاید اس لیے زبان وبیان پر تنقید کی گئی " (۱۸)

اقبال نے الفاظ وتراکیب کے استعمال سے شاعری کو جو مقصدیت عطا کی اس نے اقبال کو حکیم الامت اور ترجمانِ حقیقت بنادیا اور قوم میں بیداری کی ایک لہر دوڑ ادی مگر مخالفین آج بھی اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں کلام اقبال کی مقصدیت اور اقبال کی عظمت انہیں ایک پل نہیں بھاتی بلکہ کلام اقبال میں غلطیاں ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ تاجور نجیب آبادی نے جگن ناتھ آزاد سے اقبال کی غلطی بال جبریل کی اٹھارویں غزل کے ایک شعر میں لفظ "غار" کا ذکر کیا تاجور نجیب آبادی نے اقبال کو مستند تسلیم نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ کیونکہ اقبال کے یہاں کئی اغلاط ملتے ہیں۔ اقبال نے "غار" کو مونث باندھا ہے۔

مدت سے ہے آوارہ افلاک مرا فکر کردے اسے اب چاند کی غاروں میں نظر بند (۱۹)

شمس الرحمن فاروقی نے اس کا بہت خوبصورت جواب دیا ہے:

"اگرچہ زبان کو استناد کا درجہ بڑے شاعر ہی سے ملتا ہے لیکن کیا ظلم ہے کہ ایک امیر اللہ تسلیم کی غلط مثال کی بناپر لفظ "ایجاد" تومختلف مان لیا جائے۔ لیکن ان سے ہزار درجہ بڑے شاعر اقبال نے اگر "غار" کو مونث لکھا تو انہیں غلط ٹھہرایا جائے اور ان کے ساتھ اتنی بھی مروت نہ برتی جائے کہ ان کے استعمال کی بناپر "غار" کو مختلف فیہ تسلیم کرلیا جائے" (۲۰)

شمس الرحمن فاروقی نے یہ بھی کہا ہے کہ غلطیاں کس کے کلام میں نہیں ہیں؟ میر انیس، میر درد، ناسخ، مومن، داغ، ان سب کے یہاں مذکر، مونث، محاورہ، تلفظ اور معنی کی غلطیاں ملتی ہیں۔ اس طرح اقبال پر ہونے والی تنقید خود ہی اپنا اثر توڑ دیتی ہے۔ اقبال کو شہرت بھی بہت ملی اور عزت بھی مگر مخالفین کے دل سے بغض نہ نکلا۔

اقبال نے الفاظ وتراکیب کے استعمال سے اپنے شاعرانہ فن کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے مقاصد پورے کیے۔ الفاظ میں دلکشی پیدا کی اور ایسا تاثر قائم ہوا کہ قوم کے دل میں گھر کرلیا۔ تراکیب میں تشبیہ، استعارات اور علامات وغیرہ کا سہارا لے کر خوبصورت تراکیب استعمال کیں۔ آپ کی شاعری میں تراکیب کی ایک دنیا آباد ہے۔ چند تراکیب یہ ہیں جو اپنے اندر الفاظ ومعانی کا جہان لیے ہوئے ہیں:

خون دہقاں، رگ ساز، رگ سنگ، جگر تاب، حسن ازل، تاب گفتار، رمز دیں، ستیزہ کار، سینہ سوز، شب زندہ دار، شرر فشاں، شوخی گفتار، غوغائے رستاخیز، فروغ بادہ، فروغ نظر، کارگہ شیشہ گراں، کاشتہ کرام، گردش روزگار، گہرہائے راز، لذت گفتار، شاخ نبات، مرکز پرکار، مضراب نے، محنت کش، مئے شبانہ، مئے لالہ فام، نفس آتشیں، نوائے شوق، ولولہ شوق، لالہ خودرو، ہمدم دیرینہ، ہنگامہ عالم جیسی بہت سی تراکیب کلام اقبال میں موجود ہیں۔

اقبال نے "خون دہقاں" کی ترکیب کو استعمال کرتے ہوئے کہا:

اس کے آب لالہ گوں کی خون دہقاں سے کشید تیرے میرے کھیت کی مٹی ہے اس کی کیمیا (۲۱)

اقبال کی نظم "رخصت اے بزم جہاں" کا شعر ہے۔

گھر بنایا ہے سکوت دامن کہسار میں آہ! یہ لذت کہاں موسیقی گفتار میں (۲۲)

اس شعر میں دامن کہسار اور موسیقی گفتار کی ترکیب سے اقبال نے شعر میں دونوں مصرعوں میں حسن پیدا کیا ہے اور آگے چل کر کئی جگہ ایسا ہوا ہے کہ اقبال نے دونوں مصرعوں میں تراکیب کا استعمال کیا ہے۔ اقبال نے ان الفاظ وتراکیب کے استعمال سے مغرب کے خلاف جو احتجاج بلند کیا وہ انداز اختیار کرنے کی ہمت کسی بھی سیاسی رہنما کو حاصل نہ ہوسکی اور اقبال کی شاعری کے مقابلے میں بڑے بڑے ادیب اعتراف کرنے لگے کہ پورے ایشیا کے شاعر مل کر بھی اقبال کی شاعری کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ اس میں چاہے مبالغہ آرائی ہی سہی مگر یہ ضرور ہے کہ اقبال نے اپنی شاعری کو سنوارنے کے لیے شدید محنت کی اور اسے فکر وفلسفہ کے رنگ میں ڈھالنے کے لیے اور فکر وفلسفہ کو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

شاعری کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے جن راہوں کا تعین کیا تھا، وہ ان پر چلے بھی اور ان پر کامیابی بھی حاصل کی۔ اقبالیاتی ادب کے بحرِ بے کراں سے ایسے انمول جواہر دستیاب ہوتے ہیں جو شاعری کو دلکش بنا دیتے ہیں۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ شاعری کی فکری و فنی شاہراہوں کو بھی سنوارتے ہیں۔ اس طرح اقبال کی فکری سرگزشت اور حکیمانہ عظمت

کرۂ ارض کی بے کراں وسعتوں کو عبور کر گئی۔ رہ روانِ اقبال کے لیے ان کی شاعری کے پیچ و خم کا ادراک لازم ہے۔ اس طرح استفادہ اور احتساب کی راہیں بھی کھلتی ہیں۔ اقبال نے اپنے ہر قاری سے ان کے دل میں اتر کر سوز و سازِ فکر سے متعارف ہونے کا مطالبہ کیا ہے۔

اقبال نے اپنی شاعری سے جو مقاصد حاصل کیے پوری دنیا جانتی ہے کہ اس میں انسان دوستی اور عظمتِ انسانیت کا پہلو نمایا ں ہے۔ اقبال کی پوری شاعری ان مقاصد کے گرد ہی گھومتی دکھائی دیتی ہے۔ مقاصد جلیل ہوں تو قدرت بھی مدد کرتی ہے۔ اقبال نے قومیت کا بت توڑ دیا، وطنیت کی حدود سے بڑھ کر آفاقیت تک پہنچے اور عظمت انسان کا عَم لے کر آگے بڑھتے چلے گئے۔ اقبال کی شاعرانہ اصطلاحات سے الفاظ و معانی کا جہان آباد ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے اقبال کے شاعرانہ فکر کو توسیع میسر آئے گی۔ تحقیق و تنقید کے لیے نئی راہیں استوار ہوں گی اور اقبالیات کا دامن وسیع ہو گا۔ نئے مآخذ پروان چڑھیں گے اور قارئین کے لیے نئے موضوعات تخلیق پائیں گے۔

حوالہ جات

(۱)اقبال، کلیات اقبال اردو، بال جبریل، غزل ۷، حصہ دوم، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، اشاعت ششم ۲۰۰۴ء، صفحہ ۳۶۷

(۲)عبد الحق، پروفیسر، اقبال کے ابتدائی افکار، مآخذ و محرکات، دہلی : جمال پرنٹنگ پریس، نقشِ اول مارچ ۱۹۶۹ء، صفحہ ۸۶

(۳)اقبال، کلیات باقیات شعر اقبال، مرتبہ، ڈاکٹر صابر کلوروی، فریاد امت ، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۴ء، صفحہ ۱۱۳

(۴)اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، شاعر، حصہ اول، صفحہ ۹۳

(۵)عبد الحق، پروفیسر، اقبال کے ابتدائی افکار، عرفان نفس اور اس کے متعلقات، صفحہ ۱۴۳

(۶)خاں، توقیر احمد، ڈاکٹر، اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی ، نئی دہلی ۲:لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریاگنج، ۱۹۸۹ء، صفحہ ۱۴

(۷)عبد الحق، پروفیسر، سارے جہاں سے اچھا، انڈیا: ڈائریکٹر نیشنل بک ٹرسٹ، دوسری طباعت ۲۰۱۴، صفحہ XIII

(۸)عبد الحق، پروفیسر، محمد اقبال، مونوگراف، مغربی بنگال: اردو اکاڈمی، ۲۰۱۵ء، صفحہ ۸۰

(۹)عبد الحق، پروفیسر، علامہ اقبال، مونوگراف، صفحہ ۴۷

(۱۰)خاں، توقیر احمد، ڈاکٹر، اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی، نئی دہلی :لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریاگنج، نقشِ اول ۱۹۸۹ء صفحہ ۱۸۳

(۱۱)عبد الحق، پروفیسر، اقبال۔ شاعر رنگیں نوا، نئی دہلی :اصیلا پریس دریاگنج، اشاعت ۲۰۰۹ء صفحہ ۱۲۲

(۱۲)خاں، توقیر احمد، ڈاکٹر، اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی، صفحہ ۲۴۴

(۱۳)عبد الحق، پروفیسر، اقبال کے ابتدائی افکار، صفحہ ۳۶

(۱۴)عبد الحق، پروفیسر، محمد اقبال، مونوگراف، صفحہ ۸۲

(۱۵)اقبال، کلیات اقبال اردو، بال جبریل، غزل حصہ دوم ۷، صفحہ ۳۶۷

(۱۶)اقبال، کلیات اقبال اردو، بال جبریل، مسجد قرطبہ، صفحہ ۴۱۹

(۱۷)اقبال، کلیات اقبال اردو بال جبریل، ذوق و شوق، صفحہ ۴۳۸

(۱۸)عبد الحق، پروفیسر، فکر اقبال کی سرگذشت، اقبال کے فکر و شعر کا ارتباط، جون پور یو۔ پی :رحمان منزل بلوا گھاٹ ۱۹۸۹ء، صفحہ ۳۰

(۱۹)اقبال، کلیات اقبال اردو، بال جبریل، غزلیات حصہ اول ۱۶، صفحہ ۳۵۷

(۲۰)فاروقی، شمس الرحمن، خورشید کا سامان سفر، کراچی: اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۷ء، صفحہ ۱۰۱

(۲۱)اقبال، کلیات اقبال اردو، بال جبریل، گدائی، صفحہ ۴۴۴

(۲۲)اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، حصہ اول، رخصت اے بزم جہاں، صفحہ ۹۵